محمد ایوب قادری

میوات میں
اِصلاح و دعوت کا اِبتدائی دَور

مُغل متاخرین کے زمانے میں انتظام حکومت میں ابتری پیدا ہوگئی۔ سیاسی بدنظمی سے دوسرے شعبے بھی متاثر ہوئے مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مذہبی، علمی اور تہذیبی خدمات کے لیے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا خاندان پیدا کردیا۔ چنانچہ اس زمانے میں شاہ ولی اللہؒ (ف سنہ ۱۱۷۶ھ) ان کے صاحبزادگان شاہ عبدالعزیزؒ (ف سنہ ۱۲۳۹ھ) شاہ عبدالقادرؒ (ف سنہ ۱۲۳۰ھ) شاہ رفیع الدین (ف سنہ ۱۲۳۳) اور ان کے پوتے شاہ اسماعیل شہید (سنہ ۱۲۴۶ھ) اور اس خانوادے کے دوسرے بہت سے تربیت یافتہ علماء اور صلحاء نے اسلام اور ملتِ اسلامیہ کی ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔ چنانچہ شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ کے ایک شاگرد محمد رمضان (سنہ ۱۲۴۰ھ) ساکن مہم ضلع رہتک کا نام اس سلسلہ میں سرفہرست ہے۔

شاہ محمد رمضان مہمی

شاہ محمد رمضان ولد شیخ عبدالعظیم قصبہ مہم ضلع رہتک میں سنہ ۱۱۸۳ھ میں پیدا ہوئے۔ دہلی میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ عبدالقادر دہلویؒ سے کسبِ فیض کیا۔ قادریہ سلسلے میں شاہ عبدالعظیم گیلانی ثم پانی پتی سے بیعت تھے۔ شاہ رمضان اپنے مخلص مریدوں کی معیت میں سال کا بڑا حصہ دوروں میں گزارتے تھے۔ اور ہریانہ، میوات اور سوتر کے علاقے میں اصلاح و تبلیغ کے فرائض انجام دیتے تھے۔ چنانچہ تعمیر مساجد، دختر کشی کی موقوفی، سیتلا

دیوی کی پوجا کا خاتمہ، زین خاں، لونا چماری، ماموں الہ بخش، شیخ سدو، اور گوگا پیر کی فرضی ارواحِ خبیثہ سے متنفر کرنا اور مسلم لباس کو رواج دینا ان کی اصلاحی تحریک کے خاص کارنامے ہیں۔ انھوں نے مسلم راجپوتوں کو ہندو راجپوتوں سے بالکل علیحدہ کردیا۔

مصنف نقیب الاولیاء[۵۱] کا بیان ہے:

"ہریانہ، میوات اور سوتر میں ہزاروں کافر آپ (شاہ رمضان) کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور بلا مبالغہ لاکھوں نے کفر و شرک سے آپ کے ہاتھ پر توبۃ النصوح کی۔"

آخر میں ہم اس علاقے کے ایک دیندار راجپوت حافظ رحمت خان ساکن موسٹی کھیڑا کی ایک نظم کے پانچ بند نقل کرتے ہیں جس سے شاہ رمضان کے اصلاحی کارناموں کا اندازہ ہوگا۔[۵۲]

جہان اندر روشنائی خالق سچے بہت دہائی
توھیں نے شرع دی چال سکھائی بھلی خلقت رستہ پائی
کامل کیتا دین ایمان
حضرت ہادی شاہ رمضان

عین عجائب تیرا سایا جاں تہ دل وعظ سنایا
ہک فرنگی دوڑا آیا ترت فرت ایمان لے آیا
ہور میں کی کراں بیان
حضرت ہادی شاہ رمضان

غرور تکبر والے پینڈے جیہڑے خمر پیالے
دیکھ تینوں ہوئے خوش حالے تائب ہو چھڈن بدچالے
تابع تیرے جن و انسان
حضرت ہادی شاہ رمضان

---

۵۱ نقیب الاولیاء از مظفر احمد فضلی جلد دوم دفتر دوم صفحہ ۵، بحوالہ مآثر الاجداد صفحہ ۹۷

۵۲ ہادی ہریانہ (سوانح شاہ رمضان صفحہ ۵، ۶، ۷) (لاہور ۱۹۶۳ء)

شرخ نگر توں اندر آیا   ہک عورت نوں جن وسایا
کسی عامل دے قید نہ آیا   سن کے تیرا نام نسایا
کیہا تیرا ما من حیوان
حضرت ہادی شاہ رمضان

قصہ سٹ دِھیاں والا   قتلِ اولاد اونہاندا چالا
مار دھیاں کردے مُنہ کالا   اوتھے گیوں توں کڈھ کسالا
دیکھ تینوں ہوئے حیران
حضرت ہادی شاہ رمضان

بقول پروفیسر منظور الحق مؤلف مآثر الاجداد شاہ رمضان کی اصلاحی تحریک کا آغاز ۱۷۹۶ء میں ہوا۔ اور تقریباً تہائی صدی تک انہوں نے اس کی رہنمائی کی۔ ۱۸۲۵ء میں وہ حج سے واپس آرہے تھے کہ مندسور میں مقیم ہوئے اور وہاں بوہروں کی ایک جماعت نے شاہ محمد رمضان اور چار ساتھیوں حاجی رحمت خاں، قاضی معین الدین، عبدالقادر اور احمد علی کو شہید کر دیا۔ یہ واقعہ ۲۸ رجمادی الاولیٰ ۱۲۴۰ھ (۱۸ جنوری ۱۸۲۵ء) کو ہوا[۱]۔

شاہ محمد رمضان ایک نامور عالم، واعظ، مبلغ، شیخ طریقت ہی نہیں تھے بلکہ مصنف اور شاعر بھی تھے۔ ہریانی زبان میں انہوں نے قابلِ قدر اصلاحی و تبلیغی کتابیں لکھیں جن میں "عقائد عظیم، آخری گت، بلبل باغ نبی، وصیت نامہ" وغیرہ خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔

مولوی نور محمد

جو یایا جوڑا قبیلہ کے رکن تھے۔ تورانیہ کے رہنے والے تھے مگر بگھیڑ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ رام پور میں علوم متداولہ کی تحقیق کی تھی۔ شاہ محمد رمضان کے مرید تھے۔ مگر بعد کو وحدۃ الوجود کے مسئلہ پر اختلاف کی وجہ سے وہ شاہ محمد رمضان کی تکفیر کرنے لگے۔ اور انھوں نے ان کے رد میں شہباز شریعت کتاب لکھی۔ اس اختلاف نے یہاں تک شدت اختیار کی کہ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کو فیصلہ صادر کرنا پڑا۔

---

[۱] مآثر الاجداد صفحہ ۹۰ [۲] ایضاً صفحہ ۱۱۴-۱۱۵

مولوی نور محمد نے بھی اس علاقہ میں اصلاح و تبلیغ کا کام خوب انجام دیا۔ پروفیسر منظور الحق صدیقی لکھتے ہیں :

"لیکن اس ایک مخالفت سے مولوی نور محمد صاحب کے تمام کام پر پانی نہیں پھر جاتا اس محترم شخصیت نے ضلع حصار کی تحصیل فتح آباد میں لوگوں کو عامل شرع بنانے کے لیے بڑا قابلِ قدر کام کیا۔ ایک لحاظ سے ان کے کام کو بھی حضرت شاہ محمد رمضان کی تحریک کا تتمہ سمجھنا چاہیے۔ اس تحریک نے لوگوں کو اصلاحی کام کی ضرورت محسوس کرائی۔ اور مولوی نور محمد صاحب نے تو تربیت ہی حضرت شاہ صاحب مہمی کے حلقہ درویشاں میں پائی تھی۔" ۱؎

محمد اسماعیل مہمی

شاہ محمد رمضان کے چھوٹے بھائی تھے۔ ۱۲۰۰ھ / ۱۷۸۶ء میں کاہنور ضلع رہتک میں پیدا ہوئے۔ متداولہ تعلیم کے بعد علم طب کی تحصیل کی۔ شعر و شاعری کا بھی ذوق تھا۔ وہ شاہ غلام جیلانی رہتکی کے خلیفہ تھے۔ ان کے ذریعہ سے بھی میوات میں اصلاح و تبلیغ کا کام ہوا۔ ان کے خاص خلیفہ حضرت راج شاہ میواتی تھے، جن کا تفصیلی ذکر آگے آرہا ہے۔

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء میں ایک بنیئے بابر ولد پتر چند کی مخبری پر ان کو پھانسی دیدی گئی۔ (۲۸ رجمادی الاخری ۱۲۷۴ھ) ۲؎

مولانا محبوب علی دہلوی

شاہ رمضان کے بعد شاہ عبدالعزیزؒ کے ایک دوسرے نامور شاگرد مولانا محبوب علی دہلوی نے میواتیوں میں تبلیغ کا کام کیا۔ وہ اپنے زمانے کے نامور عالم و فاضل تھے۔ مولانا محبوب علی بن مصاحب علی بن حسن علی خاں ۱۲۰۰ھ / ۱۷۸۵ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ شاہ عبدالعزیزؒ کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ ان کے متعلق مولوی عبدالقادر لکھتے ہیں :

"ان کی توجہ زیادہ تر حدیث اور تفسیر پر ہے اور ان کی ہمت حتی المقدور علم کے

۱؎ مآثر الاجداد صفحہ ۱۱۳، ۱۱۴ ۲؎ ایضاً صفحہ ۱۱۵

مطابق عمل میں مصروف ہے۔ ہر معاملہ میں ذہن رسا اور فکر درست رکھتے ہیں۔ طرز مباحثہ اور طریق مناظرہ کو مختصر تقریر میں عمدہ ادا کر دیتے ہیں۔"

سرسید احمد خاں رقمطراز ہیں[۱]:

"علم حدیث وفقہ میں اقران وامثال سے بیش جہاں دیدہ وسفر کردہ، تحصیل علوم عقلیہ و نقلیہ کی جناب مولوی شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے خاندان رفیع الارکان سے کی۔ ان فنون میں ایسی مہارت رکھتے تھے کہ مسائل جزئیہ مثل لوح محفوظ ان کے تختۂ حافظہ پر منقوش ہیں"۔

مولوی عبدالقادر نے "مصروفیتِ عمل" اور سرسید احمد خاں نے "سفر کردہ" سے ممکن ہے ان کی تبلیغی سرگرمیوں کی طرف ہی اشارہ کیا ہو۔ مولانا محبوب علی کا ۱۸۶۴ء میں انتقال ہوا۔ وہ صاحب تصانیف تھے۔ ان کے تین رسالے اختصار الصیانۃ، صیانۃ الایمان اور رسالہ در بیان عدم جواز رفع سبابہ ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ مولانا محبوب علی کی تبلیغی سرگرمیوں کے سلسلے میں مؤلف تاریخِ میوات[۲] لکھتے ہیں:

"(مولانا محبوب علی) زبردست فاضل، غازی، متشرع عالم تھے، غدر سے پہلے آپ میوات میں تشریف لائے۔ آپ کی تبلیغ کا طریقہ بھی نرالا تھا۔ جوان جاہل اکھڑ میواتیوں کو گرویدہ کر لیا کرتا تھا۔ بہلی کرایہ کرکے گاؤں گاؤں دورہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ ہی کے وعظ و نصیحت سے میوات میں صوم وصلوٰۃ کا رواج ہوا اور مسجدیں تعمیر ہونے لگیں ورنہ قبل اس کے مسجد بنانے کا دستور نہ تھا۔ آپ نے تاریخِ میوات لکھنے کا بھی اہتمام کیا تھا۔ مگر ناتمام رہا۔ مولوی عبداللہ خان میواتی سکنہ ساکرس سے ہم کو آپ کے بعض قلمی مسودے ملے تھے۔ جن سے ہم نے اس تاریخ میں استفادہ کیا ہے"۔

میاں راج شاہ

اسی زمانے میں دو میوات الاصل بزرگوں نے بھی تبلیغ کے فرائض انجام دیئے جن میں ایک میاں راج شاہ تھے جو ایک صوفی اور مرتاض بزرگ تھے۔ ان کے بیعت وارشاد کا سلسلہ میرٹھ، بلندشہر، مرادآباد اور پنجاب تک پھیلا ہوا تھا

---

[۱] آثار الصنادید از سرسید احمد خاں [۲] تاریخِ میوات صفحہ ۸۰

ان کے متعلق مؤلف تاریخ میوات[1] لکھتے ہیں :

"بڑے بڑے سرکش میواتی، شرابی، مشرک، بدعتی، فاسق، بے دین آپ کے پاس آیا کرتے تھے مگر آپ کو دیکھتے ہی کلام سن کر ایسے گرویدہ ہوتے کہ تمام صغائر کبائر سے تائب ہو کر پکے صوفی راہِ سلوک پر چلنے والے بن جاتے۔"

میاں راج شاہ کا شجرۂ نسب اس طرح ہے :-

"راج خان ولد سمیع خان ولد عظمت خان ولد روپ چند ولد شمو ولد ترتا ولد پہاڑ۔"

وہ موضع سوندہ تحصیل نوح ضلع گوڑگاؤں کے رہنے والے تھے۔ مولوی محمد اسماعیل مہمی کے مرید و خلیفہ تھے۔[2] چالیس سال جمعہ کی نماز بلاناغہ دہلی میں پڑھی۔ شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے وعظ میں خاص طور سے شرکت فرماتے تھے۔ تمام مسائل عقلی و نقلی مستحضر تھے۔ نذیر احمد دیوبندی لکھتے ہیں[3] :

"تمام ملک میوات آپ کا مطیع و منقاد تھا۔ فیض آپ کا وہ تھا کہ قریب پچاس ہزار آدمیوں کے آپ سے مستفید ہوئے۔ خصوصاً پانچ خلیفہ تو آپ کے بہت مشہور و معروف ہیں۔ اول خلیفہ غازی الدین شاہ کہ ریاست بھرت پور و دھول پور و قرب و جوار مثل ریاست قرولی و اکبر پور وغیرہ میں ہزارہا اشخاص ان سے مستفیض ہوئے۔ دوسرے خلیفہ چھوٹے شاہ صاحب کہ جن سے ضلع مراد آباد و ضلع میرٹھ وغیرہ میں ہزارہا انسان انسان ہو گئے اور بقوت جذبی و کمالی، امروہہ دوبارہ بستی افغانان میں عقد ثانی جاری کرادیا۔"

۸ رمضان ۱۳۰۶ھ کو میاں راج شاہ کا انتقال ہوا۔ عمر سو سال کے قریب ہوئی۔ سوندہ میں دفن ہوئے۔

---

[1] تاریخ میوات صفحہ ۹۲ [2] آثار الاجداد صفحہ ۱۱۹

[3] تذکرۃ العابدین امداد العارفین از نذیر احمد دیوبندی صفحہ ۱۹۲ (دہلی ۱۳۳۳ھ)

(غلام مصطفیٰ قاسمی نے منصور پریس حیدرآباد سے چھپوا کر شاہ ولی اللہ اکیڈمی صدر حیدرآباد سے شائع کیا)۔